ترکی زبان میں قرآن کے تراجم و تفاسیر پر ایک نظر

پروفیسر اکمل ایوبی

قرآن کریم وہ مقدس کتاب الٰہی ہے جو انسانوں کی ہدایت کے لیے نازل کی گئی۔ اسلام کے ابتدائی دور ہی سے اس کی تشریح و ترجمانی کی ضرورت محسوس کی گئی تاکہ اسے سمجھنے اور اس سے ہدایت حاصل کرنے میں آسانی ہو یہی ضرورت علم تفسیر کی نشو و نما اور اس کی ترقی کی بنیاد بنی اور اسی کے نتیجہ میں تفسیری کتب کا معتدبہ ذخیرہ وجود میں آیا جو مکمل و جزوی دونوں قسم کی تفاسیر پر مشتمل تھا[1]۔ ان تفاسیر میں طبری کی جامع البیان فی تفسیر القرآن اور زمخشری کی الکشاف کو بہت زیادہ شہرت حاصل ہوئی، فخر الدین رازی کی تفسیر کبیر بھی اہم تفاسیر میں شامل ہے۔ ترکی مفسرین میں اسماعیل حقی بورصہ لی (Bursali) کی عربی تفسیر ترکوں میں کافی مقبول ہے۔

ترکوں کی علم دوستی و علم نوازی محتاج بیان نہیں۔ عہد وسطیٰ میں مذہبی علوم کو امتیازی شان اور اہم حیثیت حاصل تھی چنانچہ ترکوں کی توجہ و دلچسپی کا مرکز بھی یہی علوم بنے، ترک سلاطین کی زیر سرپرستی بڑے بڑے مدرسے قائم کیے گئے جن میں تفسیر، حدیث، فقہ، عربی زبان، منطق، فلسفہ، ریاضی اور اسلامی تاریخ کی تعلیم پر خصوصی توجہ دی جاتی تھی ان اداروں کا ذریعۂ تعلیم عربی تھا اس لیے تصنیفی و تالیفی میدان میں بالخصوص دینی مضامین کے لیے زیادہ تر عربی زبان اختیار کی گئی لیکن کچھ علماء نے ترکی زبان میں بھی قرآن کے ترجمہ و تفسیر میں دلچسپی لی اور تصنیفی کارنامے انجام دیے جنھیں کسی صورت میں نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔

قرآن کریم کے اولین ترکی تراجم میں دسویں صدی عیسوی کا ایک ترجمہ قابل ذکر ہے، یہ ترجمہ ترکی زبان کی مشرقی بولی میں کیا گیا ہے۔ ڈاکٹر عبدالقادر عنان[2] اور پروفیسر ذکی ولیدی طوغان[3] کی تحقیق کے مطابق اس زبان میں چند اور تراجم قرآن بھی پائے جاتے ہیں جو ترکی اور بعض دوسرے ممالک کی لائبریریوں میں مخطوطات کی صورت میں محفوظ ہیں، یہ ترجمے درحقیقت فارسی تراجم پر مبنی ہیں اور ان میں کافی حد تک عربی و فارسی زبان و

بیان کے اثرات موجود ہیں۔ تاہم یہ تراجم اپنی جگہ پر اہمیت سے خالی نہیں ہیں۔ ان کا انداز بیان سادہ اور واضح ہے اور ان کی زبان عوام کی روزمرہ کی بول چال سے مماثل ہے، ان میں ترکیبیں اور محاورے بھی ایسے استعمال کیے گئے ہیں جو اس دور کے ساتھ خاص تھے لیکن ان میں سے اکثر مترجمین کے ناموں کا بھی علم نہیں ہے[۶۴]

گیارہویں صدی عیسوی میں مغربی ایشیا میں سلجوقی ترکوں کی حکومت کے قیام سے ایک نئے دور کا آغاز ہوا جو اس علاقہ میں اسلامی تہذیب و تمدن کی اشاعت کا ایک موثر ذریعہ ثابت ہوا۔ بارہویں صدی عیسوی میں یہاں اسلامی تہذیب کی بنیادیں مضبوط ہوئیں اور اسلامی علوم و فنون کو غیر معمولی فروغ حاصل ہوا۔ لیکن اس دور میں یہاں جو تصنیفی کارنامے انجام پائے وہ زیادہ تر عربی یا فارسی میں تھے اس لیے کہ مغربی ایشیا کے ترکوں میں مذہبی علوم کے میدان میں عربی ایک مقبول زبان کی حیثیت سے رائج تھی اور شعر و شاعری کے لیے فارسی پسند کی جاتی تھی۔

مغربی ایشیا میں علوم و فنون کی زبان کی حیثیت سے ترکی زبان کو اس وقت رواج ملا جب خالص ترک امراء (بیلر) نے سلجوقی ترک سلاطین کی جگہ لی۔ یہ ترک امراء صرف اپنی مادری زبان یعنی ترکی سے واقف تھے علمی زبان کی حیثیت سے یہی ان کے یہاں مقبول ہوئی[۶۵] اس وقت بہت سے اہل علم نے ترکی زبان میں کتابیں لکھنے اور عربی و فارسی تخلیقات کا ترکی میں ترجمہ کرنے میں خاص طور سے دلچسپی لی تاکہ انھیں ترک امراء و سرداروں کی حمایت و عنایت حاصل ہوسکے۔ اس کے علاوہ شہزادے خود بھی اپنی پسند کے مطابق مذہبی کتابوں کا ترکی زبان میں ترجمہ کراتے تھے۔ اس طرح تفسیر اور دیگر مذہبی علوم کی مختلف کتابوں کا ترجمہ کیا گیا مگر ترکی ترجمہ کے لیے خاص طور سے ان کتابوں کو منتخب کیا گیا جو مدارس و دینی اداروں کے نصاب میں رائج تھیں۔

مغربی ایشیا میں ترک امراء (بیلر) کی بالادستی کا زمانہ تقریباً دو صدی (چودھویں صدی کی ابتدا تا ختم سولہویں صدی) تک پھیلا ہوا ہے۔ اس عرصہ میں یہ پورا علاقہ متعدد چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں منقسم تھا۔ ان میں سے بعض کا زمانہ مذہبی علوم بالخصوص علم تفسیر کے فروغ کے لیے مشہور ہے۔ لیکن اس دور کی بیشتر تالیفات امتداد زمانہ کی نذر ہوگئیں۔ ان ریاستوں میں ایک معروف ریاست دینیزلی اینانچ اوغلولری (Denizli Inanchogullari) (۱۳۶۸ - ۱۲۷۲) کی تھی۔ اس ریاست کا امتیازی پہلو

یہ ہے کہ ترکی زبان میں تصنیفی وتالیفی کام سب سے پہلے اسی دور میں شروع ہوا، لیکن اس دور کا تفسیری لٹریچر بھی اب دستیاب نہیں ہے۔ پروفیسر فاحرعزؔ نے اسی دور کا ایک مخطوطہ دریافت کیا ہے جو سورہ یٰسین، سورۃ الملک اور سورۃ الفیل کی تفسیر پر مشتمل ہے۔ یہ جزوی تفسیر مراد ارسلاں بے بن اسحاق بے کی فرمائش پر لکھی گئی تھی۔ یہ مخطوطہ استنبول یونیورسٹی کے شعبہ زبان وادب کی لائبریری میں محفوظ ہے۔ مراد ارسلاں بن اینانچ کی ہدایت کے تحت بھی سورہ الفاتحہ اور سورہ الاخلاص کی تفسیر ترکی زبان میں مرتب کی گئی۔ ان کے مرتبین کا پتہ نہیں چل سکا ہے۔ لیکن پہلی تفسیر کا ایک مخطوطہ استنبول یونیورسٹی کی لائبریری اور موخرالذکر کا انقرہ کی پبلک لائبریری (Ankara Genel Kutuphanesi) میں محفوظ ہے۔ سورہ الملک کی تفسیر کا ایک مخطوطہ بھی انقرہ کی پبلک لائبریری میں دستیاب ہے۔ یہ تفسیر اناطولیہ کے ایک سردار خضر بن گل بےؒ کے حکم سے لکھی گئی جو حامداوغلولاری (Hamidogullari) ریاست سے تعلق رکھتا تھا اور چودہویں صدی عیسوی میں اسپارطہ اور اناطولیہ کا حکمراں تھا۔ اسلامی علوم کے فروغ میں قسطمونی کے جاندارا وغلولاری کی خدمات بھی کافی اہمیت رکھتی ہیں۔ اس دور کی سب سے اہم ترکی تفسیر "جواہرالاصداف" ہے، مغربی ایشیا کی ترکی زبان میں قرآن کی مکمل تفسیر لکھنے کی یہ پہلی باقاعدہ کوشش تھی جو بایزید بے کی زیر سرپرستی انجام پائی۔ ایشیائے کوچک میں بعد میں تفسیری لٹریچر کے میدان میں جو ترقی ہوئی اس کی اصل اسی اہم تفسیر سے منسوب کی جاتی ہیں، یہ تفسیر سادہ وشستہ ترکی زبان میں ہے اور اس میں عربی وفارسی الفاظ واصلاحات کا استعمال بہت کم پایا جاتا ہے۔

ایشیائے کوچک میں منگولوں کی فتوحات کے بعد جو ترک ریاستیں وجود میں آئیں ان میں سب سے عظیم الشان وپائیدار ریاست عثمان اوغلولاری تھی جو بعد میں عثمان لی (Osmanli) یا (Ottoman) کے نام سے معروف ہوئے۔ عثمانی سلطنت جو تین براعظم پر پھیلی ہوئی تھی اس وقت مشرق ومغرب کی ایک عظیم طاقت بن کر ابھری اور مختلف جہات میں اپنے اثرات چھوڑ گئی۔ عثمانیوں کے نظام حکومت اور ان کی علمی وتمدنی سرگرمیوں میں ترک روایات اور اسلامی اصول وآداب دونوں کے اثرات نمایاں تھے اسی کے ساتھ ساتھ انھوں نے انتظامی ودیگر متعلقہ امور میں کچھ اپنی مخصوص روایات بھی قائم کیں اور انھیں ترقی دی۔ علوم وفنون کی اشاعت کے لیے ان کے دور میں بڑے بڑے مدارس قائم کیے گئے جہاں ترک ماہرین فن تدریس کی خدمت انجام دیتے تھے۔ ان مدارس

میں ذریعۂ تعلیم عربی تھا۔ اس لیے تصنیف و تالیف کے لیے عربی زبان کا اختیار کرنا ایک بدیہی امر تھا۔ لیکن اس وقت ایسے دانشور بھی موجود تھے جنھوں نے اپنے مافی الضمیر کے اظہار کا ذریعہ ترکی زبان کو بنایا۔ عثمانی سلطنت کے اولین دور کے ممتاز دانشوروں میں شیخ ادیب علی، طورسون فقیہ، ملارستم، قراخلیل اور محمد بن عاشق سلمان اللاریقی ذکر کیے جا سکتے ہیں۔ موخرالذکر قرآن سے متعلق ایک منظوم کتاب کے مصنف تھے لیکن میری اپنی تحقیق کے مطابق اس دور کی سب سے پہلی تفسیر مصطفی بن محمد القرہ لی (Ankarali) کی تھی۔ یہ تفسیر صرف سورہ الملک کی ترجمانی و تشریح پر مشتمل تھی اور سلطان اورخاں کے سب سے بڑے فرزند سلیمان پاشا کے لیے لکھی گئی تھی۔ اس تفسیر کا ایک مخطوطہ استنبول کی بایزید پبلک لائبریری میں اب بھی محفوظ ہے۔ جی۔ ایم۔ میرتھ اوینس (G.M. Meredith - Owens) کی تحقیق کے مطابق برٹش میوزیم میں قرآن کے ترجمہ کا ایک ایسا مخطوطہ دستیاب ہے جس میں آیات کا فارسی و ترکی دونوں ترجمہ پایا جاتا ہے۔ اس میں صرف انیسویں و چھبیسویں سورہ تک کا ترجمہ کیا گیا ہے۔ ان کی رائے میں یہ عثمانیوں کے دور کا ایک قدیم ترجمہ ہے[۸] لیکن ذکی ولیدی طوغان اس رائے سے اتفاق نہیں کرتے اور وہ اسے اغوز دور کا ایک ترجمہ تسلیم کرتے ہیں جو تیرہویں و چودہویں صدی عیسوی کے دوران انجام پایا۔[۹]

عثمانی دور میں سب سے پہلا مدرسہ سلطان اورخاں نے ۱۳۳۱ء میں ازنک (Iznik) میں قائم کیا۔ اس کے نصاب میں دیگر مذہبی علوم کے ساتھ علم تفسیر بھی ایک لازمی مضمون کی حیثیت سے شامل تھی، بعد کے دور میں بروصہ، ادرنہ، عکسرائے (انقرہ) جیسے مختلف مقامات پر مدرسے قائم کیے گئے۔ ان میں سب سے زیادہ اہمیت و عظمت ان مدارس کو حاصل ہوئی جو سلطان محمد فاتح اور سلطان سلیمان اعظم قانونی کے عہد میں استنبول میں وجود پذیر ہوئے اور پروان چڑھے۔ یہاں باصلاحیت و تجربہ کار اساتذہ کے زیر تربیت ایسے ماہرین فن پیدا ہوئے جو بعد میں اسلامی علوم و فنون کی دنیا میں امتیازی حیثیت کے مالک ہوئے۔ ان میں سے ابوسعید آفندی خصوصی ذکر کے لائق ہیں، یہ ایک عظیم عالم دین اور مفسر کی حیثیت سے ممتاز تھے۔ یہ محمد دیار بکرلی کے لڑکے تھے، ان کی پیدائش ۸۹۶ھ (۹۱-۱۴۹۰ء) میں ایک ایسے خاندان میں ہوئی جو اصلاً کردستان سے تعلق رکھتا تھا، انھوں نے مختلف مدارس میں تدریسی خدمت انجام دی اور بعد میں رومیلیہ کے قاضی عسکر مقرر کیے گئے۔ آٹھ سال تک یہ ذمہ داری انجام دینے کے بعد ۱۵۴۵ء میں شیخ الاسلام کی حیثیت سے ان کی تقرری عمل میں آئی وہ اس عہدہ پر مسلسل تیس سال تک فائز رہے

یہاں تک کہ ۹۸۲ھ/۱۵۷۴ء میں ستاسی برس کی عمر میں ان کی وفات ہوگئی، ابوسعید سلیمان اعظم کے خاص حمایتیوں میں سے تھے، وہ عثمانی سلطنت کے مشہور مجموعہ قوانین "قانون نامہ" کے مرتب تھے جو سلیمان اعظم کے عہد میں جاری کیا گیا۔ انھیں شعروشاعری کا بھی ذوق تھا اور عربی، فارسی و ترکی زبان میں بہت سی نظمیں ان کی یادگار ہیں، مذہبی موضوعات اور فقہی مسائل پر ان کے متعدد رسالے بھی ملتے ہیں، لیکن ان کے تصنیفی کارناموں میں سب سے اہم ان کی عربی تفسیر ہے جو کافی حد تک بیضاوی وزمخشری کی تفسیروں سے مستفاد ہے، ان کی تفسیر نہ صرف عثمانی سلطنت بلکہ اس کے حدود سے باہر بھی مقبول ہوئی۔ بعض مورخین کا خیال ہے کہ ان کی یہ تفسیر اصلاً ترکی زبان میں تھی جو بعد میں عربی میں منتقل ہوئی اور "ارشاد العقل السلیم" کے نام سے مشہور ہوئی، اس کی متعدد شرحیں لکھی گئیں اور یہ کئی بار شائع ہوچکی ہے۔

تفسیری لٹریچر میں سعدالدین مسعود بن عمر تفتازانی کی تفسیر ایک خاص امتیاز رکھتی ہے، مصنف دنیائے اسلام کے عظیم ترین علماء میں سے تھے، ای۔ جی۔ ڈبلیو گبپ کے بقول[۱۰] یہی وہ عظیم شخصیت ہے جس نے مشرق وسطی میں منگولوں کی یورش اور تہذیبی وثقافتی مراکز کی تباہ کاری کے بعد اسلامی علوم کی آبیاری کی خدمت انجام دی پوری مسلم دنیا کی علمی تاریخ میں انھیں ایک مرکزی مقام حاصل ہے[۱۱]۔ تیمور جو اپنی بے رحمی اور قساوت قلبی کے لیے مشہور تھے وہ بھی ان کی کافی توقیر وتعظیم کرتے تھے۔

علامہ تفتازانی ۷۲۲ھ (۱۳۲۲ء) میں تفتازان میں پیدا ہوئے جو خراسان کے ضلع میں نسا کے قریب ایک بڑا قریہ تھا، تحصیل علم کے بعد وہ کچھ عرصہ تک استنبول کے اس مدرسہ سے بھی منسلک رہے جو عثمانی سلطان سلیمان اعظم کے زمانہ میں قائم ہوا تھا۔ وہ علم نحو وصرف، بلاغت ومعانی فقہ اور دیگر اسلامی علوم میں اپنی مہارت کے لیے معروف تھے، انھوں نے حنفی وشافعی دونوں فقہ پر کتابیں لکھیں، اسی لیے بعض مورخین انھیں شافعی مسلک کا پیروماننے ہیں جبکہ کچھ دوسرے انھیں حنفی تسلیم کرتے ہیں۔ تفسیر کی مشہور کتاب الکشاف کی نامکمل شرح کے علاوہ قرآن کریم کی ایک مکمل تفسیر "کشف الاسرار وعدۃ الابرار" کی تالیف بھی ان سے منسوب کی جاتی ہے، یہ اصلاً فارسی میں ہے لیکن جزوی طور پر اس میں ترکی زبان کا استعمال بھی ملتا ہے، اس کا ایک نسخہ استنبول کی سلیمانیہ لائبریری میں دستیاب ہے۔ انسائیکلوپیڈیا آف اسلام کے مقالہ نگار فواد کوپرولو (Fuad Kopruلu) کے بیان کے مطابق[۱۲] پندرہویں صدی عیسوی کی ترکی تفسیروں میں دو خاص طور سے قابل ذکر ہیں، ان میں سے ایک بین السطور ترجمہ کے ساتھ قونیہ میوزیم

کی لائبریری میں محفوظ ہے، دوسری تفسیر ایک عربی تفسیر "انفاس الجواہر" کے ترجمہ پر مشتمل ہے جسے ابو الفضل موسیٰ بن حاجی حسین بن عیسیٰ الازنیکی نے ۸۳۸ھ (۱۴۳۴-۳۵ء) میں انجام دیا۔ حاجی خلیفہ[13]، پروفیسر روسی[14] اور فاخرعز[15] ایک اور عربی تفسیر کے ترکی ترجمہ کا ذکر کرتے ہیں، اس کے مصنف ابو اللیث نصر بن محمد سمرقندی اور مترجم ابن عرب شاہ (۱۳۹۲-۱۴۵۰ء) تھے۔ موخر الذکر عثمانی سلطان محمد اول بن بایزید کے ہم عصر تھے اور سلطان کی فرمائش پر انھوں نے مختلف کتابوں کا ترکی میں ترجمہ کیا۔

ترکی کے ایک اور نامور مفسر جمال الدین محمد عکسرائیلی (اقصرائی) تھے۔ ان کا مولد و مدفن شہر عکسرائے (اقصرہ) تھا۔ یہاں وہ ایک طویل عرصہ تک ایک مدرسہ میں مدرس کے فرائض انجام دیتے رہے۔ وہ اماسیہ کے قاضی عسکر کے عہدہ پر فائز ہوئے اور کچھ عرصہ تک استنبول کے سلیمانیہ مدرسہ میں تدریسی مشاغل میں بھی مصروف رہے۔ ان کے سن وفات کے بارے میں دورِ جدید کے محققین کے درمیان اختلاف رائے ہے۔ بورصہ لی محمد طاہر کے بقول[16] وہ ۱۳۸۹ء میں فوت ہوئے جبکہ کارل بروکلمان[17] اور ڈاکٹر عدنان ادیوار[18] انکا سنِ وفات بالترتیب ۱۳۷۷ء اور ۱۳۸۸ء ذکر کرتے ہیں، ان کے بارے میں یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ وہ صاحب تفسیر کبیر فخر الدین رازی کے پر پوتے تھے اور ترکی کے مشہور عالم ملا فیناری (شمس الدین محمد بن حمزہ) ان کے شاگرد تھے۔ ان کی تحریر بڑی موثر ہوتی تھی اور وہ جمالی کے لقب سے معروف تھے۔ ان کی تصانیف میں شرح مشکلات القرآن اور تفسیر جمالی سب سے زیادہ اہمیت و شہرت کی حامل ہیں۔ ان کی تفسیر بولاق سے ۱۸۷۷ء میں چار جلدوں میں شائع ہوئی ہے اور یہ قرآن کے ترکی ترجمہ و تفسیر پر مشتمل ہے۔

گرچہ یہ صحیح ہے کہ علوم و فنون کے میدان میں ترک اتنے ترقی یافتہ نہیں ہیں جتنا کہ عہد جدید کی مغربی قومیں لیکن اس میدان میں انھوں نے جو کارنامے انجام دیے ان کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ علم تفسیر میں بھی ان کی خدمات قابل قدر و لائق اعتنا ہیں۔ اس دور کے تفسیری لٹریچر کے ذخیرہ میں محمد وہبی آفندی کی "خلاصۃ البیان" کو امتیازی شان حاصل ہے۔ ترکی زبان میں یہ قرآن کی ایک مبسوط و مکمل تفسیر ہے۔ اس کا پہلا ایڈیشن ۱۹۲۰-۲۲ء میں شائع ہوا جو پندرہ جلدوں پر مشتمل ہے۔ محمد آفندی کی "تفسیر تبیان" بھی ترکی زبان میں ایک اہم تفسیر ہے جو متعدد جلدوں میں شائع ہوئی ہے۔ حسین واعظ الکاشفی کی فارسی تفسیر (مواہب العلیہ مشہور بہ تفسیر حسینی) کا ترکی ترجمہ بھی ترکوں کے تفسیری لٹریچر میں ایک قابل ذکر اضافہ ہے۔ اس کے مترجم علی اور سلیمان تھے اور یہ "زبدۃ الآثار المواہب والانوار" کے نام سے مشہور ہوئی۔ یہ رضا آفندی کی زیر نگرانی ۱۸۷۶ء

میں استنبول سے دو جلدوں میں شائع ہوئی۔ اس کے شروع میں مترجم کا مقدمہ بھی لائق مطالعہ ہے۔ عہد جدید کی مشہور ترکی تفسیروں میں برکت زادہ اسماعیل حقی کی "تفسیر شریف انوارِ قرآن" اور موسیٰ کاظم کی "صفوۃ البیان فی تفسیر القرآن" بھی ذکر کی جاسکتی ہیں۔ یہ دونوں تفسیریں بالترتیب ۱۹۰۳ء اور ۱۹۱۶ء میں شائع ہوئیں۔

علم تفسیر کی نشر واشاعت میں ترکوں کی دلچسپی اس امر سے بخوبی واضح ہوتی ہے کہ اس مقصد کے لیے انفرادی کوششوں کے ساتھ ساتھ مخصوص کمیٹیوں کی تشکیل بھی عمل میں آئی جنھوں نے ترکی زبان میں قرآن کی کئی ایک تفسیریں تیار کیں۔ اس طرح کی ایک کمیٹی نے ۱۹۰۵ء "تفسیر البیان" کے نام ایک تفسیر تیار کی اور دوسری نے "تفسیر نور البیان" مرتب کی، موخر الذکر ۱۹۲۴ء میں استنبول سے دو جلدوں میں ابراہیم حلمی کی زیر نگرانی شائع ہوئی۔ جمہوریہ ترکی نے بھی تفسیر کی اشاعت میں دلچسپی لی اور ترکی رومن رسم الخط میں تفسیروں کی اشاعت کا اہتمام کیا۔ ان تفسیروں میں سرفہرست محمد حمدی یازار ایلمالی (Yazar Elmali) کی تفسیر "حق دینی قرآن دلی ینی معنی لی ترکچہ تفسیر" (Hak Dini Kuran Dili yeni Mealli Turkche Tefsir) آتی ہے۔ یہ حکومت کے شعبۂ امور مذہبی کے زیر اہتمام دس جلدوں میں شائع ہوئی۔ ترکی ترجمہ وتفسیر کے ساتھ ساتھ اس کی ابتدا میں ایک مفید مقدمہ بھی ہے۔ ترکی کے جدید علماء قرآن میں سلیمان توفیق کا نام بھی لیا جاسکتا ہے۔ انھوں نے "قرآنی کریم ترجمہ سی وتفسیری" کے نام سے قرآن کا ترکی ترجمہ کیا اور اسے جگہ جگہ حواشی اور وضاحتی نوٹ سے مزین کیا۔ انھوں نے مذکورہ بالا "تفسیر البیان" کی تلخیص بھی کی جو ۱۹۲۶ء میں استنبول سے "ترکچہ قرآنی کریم" (Turkche Kurani Kerim) کے نام سے شائع ہوئی۔ مزید براں سلیمان توفیق نے ترجمہ لی قرآنی کریم (Tercumeli Kurani Kerim) کی تصحیح کی جسے عثمان رشید آفندی کی سربراہی میں ایک کمیٹی نے تیار کیا تھا۔ یہ کتاب عربی متن کے ساتھ ۱۹۲۷ء میں شائع ہوئی۔ ان کا خود اپنا ترجمہ قرآن بھی ۱۹۲۷ء میں شائع ہوا لیکن اس میں صرف ترکی متن پایا جاتا ہے۔ ابراہیم حقی ازمیرلی نے بھی ایک کمیٹی کے ذریعہ تیار کردہ ترجمہ کی تصحیح کی جو اسی دوران استنبول سے چھپ کر منظر عام پر آیا۔ یہاں یہ ذکر اہمیت سے خالی نہ ہوگا کہ اسمٰعیل حقی ازمیرلی (Izmirli) کا ترکی ترجمۂ قرآن "معانی قرانی کریم ترجمہ سی" (Maani Kurani Kerim Tercumesi) کے نام سے پہلے ۱۹۲۷ء میں عثمانی ترکوں کے اصل رسم الخط میں شائع ہوا اور ۱۹۳۲ء میں یہی ترجمہ رومن رسم الخط میں ترکچہ قرآنی کریم ترجمہ سی (Turkche Kurani Kerim Tercumesi) کے نام سے دوبارہ شائع ہوا، موخر الذکر کو اس وجہ سے خاص اہمیت حاصل ہے کہ جدید ترکی (رومن)

رسم الخط میں یہ پہلا ترجمہ ہے اس کے علاوہ اس میں قرآن کی تاریخ، حواشی اور اشاریے بھی موجود ہیں۔ جمیل سعید کا ترکی ترجمہ قرآن بھی وضاحتی نوٹس کے ساتھ کم از کم دوبار شائع ہو چکا ہے، جدید دور کے ایک مشہور شاعر اور صاحب قلم محمد عاکف (متوفی ۱۹۳۷ء) نے حکومت کے شعبۂ امور مذہبی کی درخواست پر ترکی زبان میں قرآن کا ایک ترجمہ تیار کیا لیکن مترجم رومن رسم الخط میں اس کی طباعت کے خلاف تھے اس لیے یہ منظر عام پر نہیں آسکا۔ جبکہ کاظم بے، معلم حسین، ناجی بے اور دوسروں نے نئے ترکی رسم الخط میں جو ترجمہ تیار کیا تھا وہ متعدد بار زیور طبع سے آراستہ ہو چکے ہیں، ترکی کے ایک اور ماہر تفسیر عمر رضا ڈورول (Dogrul) گذرے ہیں، ان کی تفسیر "تانری بیوغو قرآنی کریم نک ترجمہ وتفسیری (Tanri Buyrugu Kurani Kerim in Tercume ve Tefsiri) سب سے پہلے ۱۹۳۴ء میں استنبول میں احمد خالد کتاب اوی کے زیر نگرانی شائع ہوئی۔ اس کی ابتدا میں ایک مقدمہ ہے جس میں قرآن سے متعلق تفصیلات پیش کرنے کے علاوہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پر روشنی ڈالی گئی ہے، آخر میں ایک اشاریہ بھی دیا گیا ہے۔ اس ایڈیشن میں قرآن کے عربی متن کے ساتھ اس کا ترکی ترجمہ جلی حروف میں چھپا ہے اور ہر صفحہ کے زیریں حصہ میں جدید ترکی رسم الخط میں آیات کی تشریح دی گئی ہے۔ موجودہ دور میں عبدالباقی گلبنارلی (Golbinarli) کی تفسیر قرآنِ کریم ومعنی لی (Kurani Kerim ve Meaeli) ترکی میں کافی مقبول ہے اور کئی بار نئے رسم الخط میں شائع ہو چکی ہے۔

اوپر کی تفصیلات کی روشنی میں یہ کہنا خلاف واقعہ نہ ہوگا کہ ترکوں نے علم وادب کی آبیاری اور ان کے فروغ کی جانب بھرپور توجہ دی۔ نہ صرف سلطان اورخاں نے اپنے باپ کی اس نصیحت "دین ومذہب کو تقویت پہونچاؤ اور علوم کو پروان چڑھا کر ان کی حفاظت کرو" کو عملی جامہ پہنایا بلکہ ان کے جانشینوں نے بھی اس کی پوری پوری پابندی کی۔[19] ان کے عہد حکومت میں اسلامی علوم وفنون کے بڑے بڑے ادارے وجود میں آئے جو علمی وثقافتی ترقی کا ذریعہ بنے۔ ان سے واضح طور پر اسلامی علوم میں ترکوں کی دلچسپی کا ثبوت فراہم ہوتا ہے عہد وسطیٰ میں علوم وفنون کے میدان میں عربی وفارسی کی جانب ترک علماء کا جو رجحان تھا اس کے باوجود ترکی زبان میں ان کے علمی کارنامے بالخصوص تراجم وتفاسیر قرآن کچھ کم اہمیت کے حامل نہیں ہیں گرچہ وہ بہت زیادہ شہرت نہیں پا سکے۔ توقع کی جاتی ہے کہ ترکی کے جدید اسکالرس قرآنی علوم کے میدان میں ترک علماء ودانشوروں کی گرانقدر خدمات کو پوری طرح منظر عام پر لائیں گے اور علوم وفنون کی ترقی میں ترکوں کے صحیح

مقام کو متعین کریں گے۔

حواشی ومراجع

۱؎ ٹی، ڈبلو، حائق دی انسائیکلوپیڈیا آف اسلام، لیدن ۱۹۱۳ء-۳۴ء، ۴/۶۰۳

۲؎ Sea "Eski Turkche Tercumeleri" in Turk Dili (1952) nos. 6,7 and 9

۳؎ Sea "The Earliest Translation of the Quran into Turkish" in Islam Tet kikleri Enstitutsu Dergisi, Istanbul vol. IV Parts 1-2, 1964

۴؎ محمد فواد کوپرولو نے اپنے مضمون "چغتائی ادبیات" (Islam A nsiklopedisi, vol. III p. 312) میں چغتائی ترکی میں عبید اللہ خان کی ایک تفسیر کا ذکر کیا ہے۔

۵؎ دیکھئے کوپرولوزادہ فواد کا مضمون انسائیکلوپیڈیا آف اسلام میں (۴/۹۱)

۶؎ ایضاً ص ۹-۱۳ Sea "Eski Turk Edebiyatinda, Istanbul, 1964, PP 3-9.

۷؎ Oriens, vol. 10, PP. 258-76

۸؎ Islam Tetkikleri Enstitutsu Dergisi, vol. IV, Parts 1-2, P.P 1-19

۹؎ A History of Ottoman Poetry, London 1958 vol. I P. 201

۱۱؎ ایضاً ۱۲؎ انسائیکلوپیڈیا آف اسلام - ۴/۹۲۲-۹۲۵

۱۳؎ کشف الظنون، استنبول، ۱۹۴۱ء، جلد اول، ص ۴۴۹

۱۴؎ Elenco dei Manoscritti della Biblioteca, Vatican, 1953, P 103

۱۵؎ Eski Turk Edbiyatinda Nesir, Istanbul, 1964, PP 13-26

۱۶؎ Osmanli Muellifleri 14) Geschichte der Arabischen Litteratur

۱۸؎ Osmanli Turklerinde Ilim, Istanbul, 1942

۱۹؎ Arthur Lumley Davids, A Grammar of Turkish Language, London 1832 P XL VIII

۲۰؎ یہ مضمون اصلاً انگریزی (Aligarh Journal of Oriental Studies, vol I no. 2. Autumn 1984) میں تھا، اردو میں اس کے ترجمہ وتلخیص میں ڈاکٹر ظفر الاسلام نے معاونت کی۔